امت کے لئے اہم اسباق

کے پہلے درس کی شرح

سورۃ الفاتحہ اور چھوٹی سورتوں کی تفسیر

حصّہ-۱

از شیخ عبدالرزاق بن عبدالمحسن العباد

شَرحُ

الدَّرسِ الأَوَّلِ مِنْ

الدُّرُوسُ الْمُهِمَّةُ لِعَامَّةِ الأُمَّةِ

امت کے لئے اہم اسباق کے پہلے درس کی شرح

تفسیر سورۃ الفاتحۃ وقصار السور

سورۃ الفاتحہ اور چھوٹی سورتوں کی تفسیر

ازشیخ عبدالرزاق بن عبدالمحسن العباد

ترجمہ: ابومریم اعجاز احمد

ahlulathar.net

أهل الأثر

العلم قبل القول و العمل

قول و عمل سے پہلے علم

(امام محمد بن اسماعيل البخاري رحمه الله)

©تمام حقوق برائے ناشر محفوظ

سوائے ان کے لئے جو اس کتاب کو اسی شکل میں بغیر کسی ترمیم یا تبدیلی کے مفت تقسیم کرانا چاہیں اس شرط کے ساتھ کہ اس سے مالی منفعت حاصل نہ کی جائے سوائے اس حالت میں کہ ناشر سے اس کی خاص اجازت پہلے لی گئی ہو۔

کتاب : سورۃ الفاتحہ اور چھوٹی سورتوں کی تفسیر (حصہ اول)

مولف : شیخ عبدالرزاق بن عبدالمحسن العباد البدر

ترجمہ : ابومریم اعجاز احمد

ناشر : أہل الأثر (پٹنہ) ahlulathar.net

پہلی اشاعت : ۱۴۴۲ھ؛ ۲۰۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ و سلم علی نبینا محمد و علی آلہ و صحبہ أجمعین.
أما بعد

یہ کتاب سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم، علامہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کی مشہور کتاب: "الدروس المھمۃ لعامۃ الأمۃ" کے پہلے درس: سورۃ الفاتحہ اور چھوٹی سورتوں کی مختصر تفسیر ہے۔"الدروس المھمۃ لعامۃ الأمۃ" کا اردو ترجمہ: امت کے لئے اہم اسباق بحمد اللہ تعالیٰ منظرِ عام پر آچکا ہے جو عوام الناس اور شروعاتی دور کے طلابِ علم کے لئے نقطہ ابتدا کی حیثیت رکھتا ہے خاص کر ہمارے ملک میں جہاں عوام الناس کے لئے شرعی علوم کے لئے کوئی نصاب مقرر نہیں ہے۔ اس کتاب کی شرح، مسجدِ نبوی میں مدرس، شیخ عبدالرزاق البدر حفظہ اللہ نے عوام الناس کی تعلیم کی غرض سے سلیس اور آسان زبان میں کیا ہے جس کی افادیت کو دیکھتے ہوئے اور لوگوں کو اس کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ سورتوں کا اردو ترجمہ؛ بنیادی طور پر مولانا محمد جونا گڑھی رحمہ اللہ کے ترجمہ سے لیا گیا ہے۔ تفسیر کے لئے شارح کی کتاب پر اعتماد کیا گیا ہے نہ کہ ان کے آوڈیو پر کیونکہ عموما کتاب تفریغ کے مراجعہ اور تصحیح کے بعد نکلتی ہے اور یہ آوڈیو کے لئے ناسخ کا مقام رکھتی ہے۔ ترجمہ میں مترجم کی طرف سے اضافہ کو قوسین (بریکیٹ) میں کر دیا گیا ہے اور جہاں ضرورت محسوس کی گئی وہاں ترجمہ کو آیت کے بعد بھی ذکر کر دیا گیا ہے تا کہ سیاق اور سباق کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے تسلسل جاری رہے۔ الفاظ کو حتیٰ الامکان سلیس رکھنے کی کوشش کی گئی ہے تا کہ یہ عام فہم ہو۔ قارئین اگر کہیں پر غلطی دیکھیں تو اس پر ضرور متنبہ کریں تا کہ اگلے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر لی جائے۔ اس کتاب کی شرح ان شاء اللہ مختلف حصوں میں مکمل کی جائے گی تا کہ معلمین اور قارئین کے لئے اس سے فائدہ اٹھانا آسان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مؤلف، شارح، مترجم، اس کے معلمین اور قارئین تمام کے لئے اپنے فضل و کرم سے اسے ان کا ذخیرۂ آخرت بنا دے۔

و باللہ التوفیق

کتبہ: ابو مریم اعجاز احمد

۲۰ ذوالقعدۃ ۱۴۴۲

پہلا درس

سورۃ الفاتحہ اور چھوٹی سورتوں میں سے جو ممکن ہو جیسے "سورۃ الزلزلۃ" سے "سورۃ الناس" تک تلقینِ قراءت (پڑھایا جائے) اور غلطیوں کی تصحیح کرتے ہوئے سکھایا جائے۔ اس کے ساتھ ان کو یاد کرایا جائے اور ان کے معنیٰ کو بیان کیا جائے جن کا سمجھنا ضروری ہے۔

شرح:

یہ پہلا درس ہے الدروس المھمة لعامة الأمة سے اور اس کا مقصد سورۃ الفاتحہ اور چھوٹی سورتوں کی تعلیم دینا ہے۔ شیخ رحمہ اللہ نے اس تعلیم کے لئے جن چھوٹی سورتوں کو چنا ہے وہ سورۃ الزلزلہ سے سورۃ الناس تک ہے، اور اتنا عوام الناس کی تعلیم کے لئے کافی ہے تاکہ وہ ان سورتوں سے اپنی فرض اور نفلی نمازیں ادا کریں، اور ان میں قیام اللیل بھی شامل ہے یہاں تک وہ قیام اللیل میں بھی ان سورتوں کو تکرار سے پڑھ سکتے ہیں۔ قتادۃ بن النعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں رات کی نماز میں "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ" رات بھر پڑھتا رہا۔ جب صبح ہوئی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور اس بات کو بتایا، جیسا کہ وہ اسے کم سمجھ رہا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ" اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے (بخاری: ۵۰۱۴)

اس تعلیمی منہج سے بہت سارے عوام کو حوصلہ افزائی حاصل ہوگی کہ وہ اسے سیکھیں گے اور یاد کریں گے جب انہیں یہ کہا جائے گا کہ: تمہیں جس قدر ضرورت ہے وہ اتنی ہی سورتیں ہیں: سورۃ الزلزلہ سے سورۃ الناس تک، جس سے وہ یہ محسوس کرے گا کہ جس قدر سورتوں کی ضرورت اسے عبادت کو قائم کرنے کے لئے ہے وہ کم ہیں جس سے وہ ان کا زیادہ اہتمام کرے گا، اس طرح کہ وہ انہیں یاد کرے گا، ان کے معنیٰ کو سمجھنے کی کوشش کرے گا یہاں تک کہ ان سورتوں کی تلاوت وہ ان کے معنیٰ کو سمجھتے ہوئے اور جن چیزوں پر یہ سورتیں دلالت کر رہی ہیں ان کی فہم و سمجھ حاصل کرے گا۔

اسی لئے اگر مسجدوں میں عام مسلمانوں کی تعلیم کے لئے خاص حلقے قائم کئے جائیں جس میں انہیں ان

سورتوں کی تعلیم دی جائے اور انہیں پر اکتفا کیا جائے اور جوان حلقوں میں تعلیم مکمل کرلیں ان سے کہا جائے: کہ تمہیں جتنا سیکھنا ضروری تھا اسے تم نے پورا کرلیا ہے اور اگر تمہیں اس سے زیادہ سیکھنا ہے تو ان حلقات سے جڑ جاؤ جن میں پورا قرآن حفظ کرایا جاتا ہے، تو لوگ ان حلقات میں مہینے، دومہینوں میں اپنی قدرت اور استطاعت کے مطابق اور اپنے حافظے کے بقدر اسے پورا کرلیں گے۔ یہ ایک اہم منہج ہے اس طرح کہ اس سے عوام الناس یہ محسوس کرے گی کہ ان حلقوں میں بیٹھ کر جتنا سیکھنا ان سے مطلوب ہے وہ بہت زیادہ نہیں ہے بلکہ یہ کم سورتیں ہیں جنہیں باذن اللہ یاد کرنے میں انہیں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔

عوام کو ان سورتوں کو سکھانے کا طریقہ اسی طرح ہوگا جیسا کہ شیخ نے بیان کیا ہے، اور یہ چار مرحلوں میں ہیں۔

۱) پہلا مرحلہ: پڑھایا جائے۔ یعنی امام یا قاری یا حافظ انہیں ان سورتوں کی ایک ایک آیت تلقین کرے (یعنی پڑھائے)، اور انہیں وہ بار بار دہرائے اور سنائے۔ پہلی آیت ایک بار دو بار پھر دوسری آیت۔۔ اور اسی طرح۔ قرآن کو تلقین سے (پڑھنے پڑھانے سے) حاصل کیا جاتا ہے، تاکہ پڑھنے والا صحیح طور پر سنے۔

۲) اس کے بعد جنہوں نے سنا ہے وہ پڑھیں، اور امام یا قاری یا یاد کروانے والا ان کی قراءت کی تصحیح واصلاح کرے۔ اسی لئے (مصنف نے کہا) قراءت کی تصحیح کرے۔

۳) پھر تیسرا مرحلہ ہے اور یہ حفظ کرنا ہے جسے اس طالب نے سن کر سیکھا ہے اور اسے اپنے شیخ کے سامنے صحیح طور پر پڑھا ہے۔ وہ اسے دہرائے جتنا اسے حفظ کرنے کے لئے کافی ہو۔ بعض لوگوں کو ایک سورت حفظ کرنے کے لئے پچاس یا سو یا دوسو مرتبہ دہرانے کی ضرورت ہوتی ہے، تاکہ وہ اسے اچھی طرح حفظ کرلیں۔

۴) پھر اس کے بعد چوتھا مرحلہ ہے اور یہ ہے اس کی شرح کرنا جس کا سمجھنا ضروری ہے، اور ان سورتوں کے معنیٰ کی تفسیر کرنا اور ان کے مدلول کو بیان کرنا، سورۃ الفاتحہ سے شروع کرنا، پھر سورۃ الزلزلہ سے سورۃ الناس تک اس کی تفسیر کرنا۔

(شیخ عبدالرزاق حفظہ اللہ کہتے ہیں): اس فائدے کو پورا کرتے ہوئے میں ان سورتوں پر جنہیں شیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے، مختصر تعلیق کے ساتھ کچھ ان کے معنیٰ بیان کروں گا، سورۃ الفاتحہ سے شروع کرتے ہوئے اور پھر سورۃ الزلزلہ سے سورۃ الناس تک مختصر تفسیر کے ساتھ۔

سُورَةُ الفَاتِحَةُ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝١ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝٢ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝٣
مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ ۝٤ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ ۝٥ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۝٦
صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ۝٧

معنی کا ترجمہ:

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے (۱)

سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے (۲)

بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے (۳)

بدلے کے دن (یعنی قیامت) کا مالک ہے (۴)

ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں (۵)

ہمیں سیدھی اور سچی راہ دکھا (۶)

ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا ان کی نہیں جن پر غضب کیا گیا اور نہ گمراہوں کی (۷)

جب بھی کوئی مسلمان کتاب اللہ کی تلاوت (شروع) کرتا ہے تو اسے استعاذہ کرنا چاہئے (یعنی: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ پڑھنا چاہئے)۔ استعاذہ کا معنیٰ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے التجاء اور فریاد کرنا کہ وہ اپنے بندے کو پناہ دے اور اسے شیطان مردود کے شر سے بچائے۔

کتاب اللہ کی تلاوت سے پہلے استعاذہ اس لئے مشروع کیا گیا ہے کیونکہ شیطان اس بات کا سب سے زیادہ خواہشمند رہتا ہے کہ وہ بندے کو اس عظیم کتاب کی تلاوت سے بہکائے اور اس کتاب کی ہدایات سے رہنمائی حاصل کرنے، اس کے معانی اور مضامین پر غور کرنے اور اس سے متاثر ہونے سے روکے۔ لہذا بندے کے لئے اللہ سے پناہ حاصل کرنا مشروع قرار پایا تاکہ وہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہوئے

شیطان کے وسوسوں اور شرارتوں سے دور رہے اور اللہ کی حفاظت سے محفوظ رہے تا کہ وہ صحیح طریقے سے تلاوت کر سکے۔

الشَّيْطٰنِ سے مراد: سرکش، بگڑا ہوا، خود گمراہ اور اللہ کے بندوں کو گمراہ کرنے والا، انہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی اطاعت سے روکنے والا۔

الرَّجِيْمِ سے مراد پھٹکارا ہوا، دور کیا گیا، لعنت زدہ، جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ جب وہ خود اللہ کی رحمت سے دور ہے تو وہ یہ چاہتا ہے کہ اللہ کے بندوں کو بھی وہ اللہ کی رحمت سے دور کر دے۔ اسی لئے بندے سے یہ مطلوب ہے کہ وہ اس سرکش شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہیں، (وہ شیطان) جو انسان کو اللہ کی اطاعت اور اس کی عبادت کے ذریعے کامیابی اور اللہ کی رحمت کا مستحق ہونے سے روکنے کی مسلسل جدو جہد کرتا رہتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو بسملہ کہتے ہیں اور یہ کتاب اللہ (قرآن) کی ایک آیت ہے، جو سوائے سورت براءۃ کے ہر سورت کے شروع میں آتی ہے۔

بَسمَلہ: یہ کلمہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے مدد کے حصول کے لئے (پڑھا جاتا) ہے۔ اس سے تلاوت شروع کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ: جو بھی اللہ کی کتاب کی تلاوت شروع کرتا ہے وہ اللہ سے مدد حاصل کرتے ہوئے تلاوت شروع کرتا ہے، کیونکہ بسم اللہ میں ب (باء) استعانت یا مدد طلب کرنے کے لئے ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام کی برکت سے شروع کیا جاتا ہے۔

اللہ: یہ اللہ تعالیٰ کا عَلَم (نام) ہے جس کا معنیٰ ہے: الوہیت والا، اپنی تمام مخلوق پر عبودیت کا حقدار۔ جو اللہ کی الوہیت یعنی اوصافِ کمال، عظمت اور جلال پر دلیل ہے (یعنی ان عظیم صفتوں سے اللہ تعالیٰ متصف ہے جو کامل ہیں، جن میں کسی قسم کا نقص یا کمی نہیں ہے)، جس کے سبب وہی مستحق ہے کہ اس کی بندگی اور عبادت کی جائے، اسی کے لئے عاجزی اور خاکساری اختیار کی جائے، یہی اس کی عبودیت پر دلالت کرتی ہیں۔ اور یہ عبودیت، بندوں کے افعال ہیں جو اس نام کے متقاضی ہیں کہ بندے اس (اللہ) کے لئے عاجزی، خاکساری اور انکساری اختیار کریں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ : یہ دونوں نام رحمت سے مشتق ہیں، جو اللہ کے لئے صفتِ رحمت کے ثابت ہونے پر دلیل ہیں۔ الرحمن عام اور وسیع رحمت پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ اور میری رحمت تمام اشیا پر محیط ہے (سورۃ الاعراف : ۱۵۶) اور الرحیم اللہ تعالیٰ کے اولیاء (متقی پارسا) اور چنندہ (مخصوص) بندوں کے لئے خصوصی رحمت پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے : ﴿وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا﴾ اور اللہ تعالیٰ مومنوں پر بہت ہی مہربان ہے۔ (سورۃ الاحزاب : ۴۳)۔

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ﴾ الحمد سے مراد اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ تعریف کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف اس کے اسمائے حسنیٰ (پیارے اور اچھے ناموں)، اس کی اعلیٰ ترین صفات اور اس کی ان گنت اور بے شمار نعمتوں اور احسانات پر کی جاتی ہیں۔

﴿رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ یعنی ان کا خالق، ان کا مالک ان کے امور کے انتظامات اور تصرفات کرنے والا جس کا ان میں کوئی شریک نہیں۔ اور عَالَم سے مراد اللہ کے سوا تمام چیزیں ہیں۔

﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ﴾ یعنی جو عام اور خاص صفتِ رحمت سے متصف ہے جیسا کہ پہلے گزرا۔

﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ﴾ اور ایک قراءت میں ہے ﴿مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ﴾ یعنی بدلے اور حساب کا دن۔ الدِّينِ سے مراد حساب ہے، اور ہمارے رب کے ناموں میں سے ہے الدیان: یعنی بدلہ دینے والا اور حساب لینے والا۔ اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے ملاقات اور اس کے سامنے کھڑے ہونے سے خوف دلایا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : ﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ○ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ○ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ﴾ (تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ بدلے کا دن کیا ہے۔ میں پھر (کہتا ہوں کہ) تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ بدلے (جزا اور سزا) کا دن کیا ہے۔ جس دن کوئی شخص کسی شخص کے لئے کسی کا مختار نہ ہوگا اور (تمام تر) احکام اس روز اللہ کے ہی ہوں گے) (سورۃ الانفطار : ۱۷ تا ۱۹)

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ اس میں عبادت اور استعانت (طلبِ مدد) میں اخلاص ہے (کہ خالص اللہ کی عبادت اور خالص اللہ سے مدد طلب کرنا ہے۔)

﴿إِيَّاكَ نَعۡبُدُ﴾ یعنی: میں اپنی عبادت خالص تیرے لئے کرتا ہوں ﴿وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ﴾ یعنی: میں مدد صرف تجھ سے طلب کرتا ہوں اور تیرے سوا کسی اور سے مدد نہیں طلب کرتا۔

تو ﴿إِيَّاكَ نَعۡبُدُ﴾ میں شرک سے براءت اور بیزاری ہے، اور اللہ کے فرمان: ﴿وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ﴾ میں حول اور قوت سے براءت ہے۔

﴿إِيَّاكَ نَعۡبُدُ﴾ میں لا الہ الا اللہ کا اثبات ہے جبکہ ﴿وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ﴾ میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا اثبات ہے۔ ﴿إِيَّاكَ نَعۡبُدُ﴾ میں شرک اور ریا کاری سے خلاصی (کا اظہار) ہے جبکہ ﴿وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ﴾ میں خود پسندی اور تکبر سے بیزاری (کا اظہار) ہے۔

﴿اهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيمَ﴾ یعنی اے اللہ، تو ہماری رہنمائی فرما اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اس سیدھے راستے پر چلیں اور اس کی اتباع کریں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسۡتَقِيمٗا فَاتَّبِعُوهُۖ وَلَا تَتَّبِعُواْ السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمۡ عَن سَبِيلِهِۦۚ ذَٰلِكُمۡ وَصَّىٰكُم بِهِۦ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ﴾ اور یہ کہ یہ دین میرا سیدھا راستہ ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تا کہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔ (سورۃ الانعام: ۱۵۳)

اور صراط مستقیم اللہ کا وہ دین ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پسند فرمایا ہے اور اس دین کے سوا وہ ان کے لئے کسی اور دین سے راضی نہیں ہے۔

﴿صِرَاطَ الَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ﴾ یعنی نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین (نیک لوگوں) کا راستہ؛ ان کی رفاقت کیا ہی خوب ہوگی۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے علمِ نافع اور عملِ صالح کو جمع کیا۔ یقینا انعام یافتہ لوگ وہی ہیں جو علم وعمل والے ہیں۔

﴿غَيۡرِ الۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ﴾: یہ یہود ہیں اور جنہوں نے بھی ان کا طریقہ اختیار کیا، جو حق کو جاننے کے باوجود بھی اس پر عمل نہیں کرتے۔

﴿وَلَا الضَّآلِّينَ﴾: اور یہ نصاریٰ ہیں، اور جنہوں نے بھی ان کا طریقہ اختیار کیا، جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت بغیر علم اور بصیرت کے کرتے ہیں۔

اسے بیان کرنے کا مقصد برے علماء اور گمراہ عبادت گزار لوگوں سے خبردار کرنا ہے، جیسا کہ سفیان بن عیینہ نے کہا تھا: ہمارے علماء میں جو بگڑے ہوئے ہیں ان میں یہودیوں سے مشابہت پائی جاتی ہے اور جو ہمارے عبادت گزاروں میں بگڑے ہوئے ہیں ان میں نصاریٰ سے مشابہت پائی جاتی ہے۔

(اسے ابن کثیر نے اپنی تفسیر ج ۴ ص ۱۳۸ میں ذکر کیا ہے)۔

اس سورت کو سمجھنے میں بہترین مدد ہمیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے ملے گی جسے نبی ﷺ نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے روایت کیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

میں نے صلاۃ (سورۃ الفاتحہ) کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر دیا ہے، اور میرے بندے کے لئے وہ سب ہے جس کا وہ سوال کرتا ہے۔

جب بندہ کہتا ہے: ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے: میرے بندے نے میری حمد بیان کی۔

اور جب بندہ کہتا ہے: ﴿الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾ تو اللہ کہتا ہے: میرے بندے نے میری ثناء بیان کی۔

اور جب بندہ کہتا ہے: ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ﴾ تو اللہ کہتا ہے: میرے بندے نے میری بزرگی (اور بڑائی) بیان کی، جب بندہ کہتا ہے: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (تو اللہ) کہتا ہے: یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے۔ اور میرا بندہ جو بھی مانگے گا اسے ملے گا، جب بندہ کہتا ہے:

﴿اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ (تو اللہ) کہتا ہے: یہ میرے بندے کے لئے ہے۔ اور میرا بندہ جو بھی مانگے گا اسے ملے گا۔

(اسے مسلم: ۳۹۵ نے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے)۔

اور قَسَمْتُ الصلاۃَ سے مراد سورۃ الفاتحہ ہے۔ اسے صلاۃ اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ جو اس سورۃ کو نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ نماز میں اس کی اہمیت کی وجہ سے اسے صلاۃ کہا گیا ہے۔

اسے اللہ اور بندے کے درمیان تقسیم کئے جانے کا معنیٰ یہ ہے کہ اس میں پہلی ساڑھے تین آیات رب تعالیٰ کے لئے ہیں اور آخری ساڑھے تین آیات بندے کے لئے ہیں۔

تو اس کا اول حصہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء پر مشتمل ہے اور اس کا آخری حصہ بندے کے لئے دعاء ہے۔

اسے ام القرآن بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس سورت میں اجمالی طور پر ہر اس چیز کا ذکر ہے جو قرآن میں تفصیلی طور پر موجود ہے۔ یہ سورت دروس اور عبرتوں سے بھری ہوئی ہے، دین کے قواعد، اصولِ ایمان اور شریعت کے اہم امور، اخلاق وآداب وغیرہ اس عظیم سورت میں موجود ہیں۔

سُورَةُ الزَّلزَلة

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

إِذَا زُلۡزِلَتِ ٱلۡأَرۡضُ زِلۡزَالَهَا ① وَأَخۡرَجَتِ ٱلۡأَرۡضُ أَثۡقَالَهَا ② وَقَالَ ٱلۡإِنسَٰنُ مَا لَهَا ③
يَوۡمَئِذٖ تُحَدِّثُ أَخۡبَارَهَا ④ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوۡحَىٰ لَهَا ⑤ يَوۡمَئِذٖ يَصۡدُرُ ٱلنَّاسُ أَشۡتَاتٗا لِّيُرَوۡاْ
أَعۡمَٰلَهُمۡ ⑥ فَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرٗا يَرَهُۥ ⑦ وَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٖ شَرّٗا يَرَهُۥ ⑧

معنی کا ترجمہ:

جب زمین پوری طور پر جھنجھوڑ دی جائے گی (۱)

اور وہ اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی (۲)

انسان کہنے لگے گا کہ اسے کیا ہو گیا ہے (۳)

اس دن زمین اپنی سب خبریں بیان کر دے گی (۴)

اس لئے کہ تیرے رب نے اسے حکم دیا ہو گا (۵)

اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر واپس لوٹیں گے تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں (۶)

پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا (۷)

اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا (۸)

اس عظیم سورت "الزلزال" میں رب تعالیٰ نے قیامت کی ان ہولنا کیوں کو ذکر کیا ہے جو اس سے پہلے واقع ہوں گی۔ جو چیزیں قیامت سے پہلے ہوں گی ان میں زمین کا زلزلے سے کانپنا اور جھنجھوڑا جانا بھی ہے۔

﴿إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا﴾ یعنی جب (زمین) کانپے گی، ہلے گی اور حرکت کرے گی ﴿وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا﴾ یعنی زمین اپنے اندر سے دفن کئے گئے مردوں کو باہر نکال دے گی اور اپنے خزانے اگل دے گی، جو کہ قیامت کی گھڑی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کا اعلان ہوگا۔

﴿وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا﴾ یعنی انسان اپنی قبر سے اپنے حشر کی طرف اور اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کے لئے جائے گا، اور وہ اس عجیب ہولناک منظر سے حیرت انگیز ہوگا اور یہ کہے گا:

اسے کیا ہو گیا ہے؟ زمین کو یہ کیا ہو گیا ہے؟!

﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا﴾ يَوْمَئِذٍ: یعنی قیامت کے دن، تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا: زمین وہ باتیں بتائے گی جو لوگ اچھائی یا برائی اس کے اوپر کرتے تھے۔ اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ زمین اپنے اوپر ہونے والی خبروں کو، لوگوں کی باتیں اور ان کے کاموں کے بارے میں گواہی دے گی، جو لوگ اس پر کرتے تھے، اور زمین کی یہ گواہی لوگوں کے اوپر اللہ کے حکم سے ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَى لَهَا﴾: یعنی اللہ نے اسے حکم دیا ہوگا اور اس گواہی کی اجازت دی ہوگی۔

پھر اس کے بعد لوگوں کا یہ حال ہوگا کہ وہ کھڑے ہونے کی جگہ سے اپنا بدلہ اور حساب کے لئے جائیں گے، ہر شخص اپنے عمل کے مطابق بدلہ پائے گا۔

﴿يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ﴾ يَوْمَئِذٍ: یعنی قیامت کے دن، يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا: اچھے اور برے اعمال کے اعتبار سے لوگ الگ الگ اصناف (قسموں) اور گروہوں میں ہوں گے۔ لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ: یعنی لوگ دیکھیں گے اور مشاہدہ کریں گے اپنے اچھے یا برے اعمال جو انہوں نے اپنے لئے آگے بھیجا تھا، ان پر واقفیت حاصل کریں گے اور یہ تمام اعمال اچھے ہوں یا برے ان پر شمار کئے جا چکے ہوں گے۔ یہ شمار باریک (چھوٹی چونٹی کے وزن کے برابر) ترازو سے تولے جائیں گے۔ وہ اپنے تمام اعمال دیکھیں گے، ان کے کوئی عمل میں کمی نہیں کی جائے گی

چاہے وہ اچھے ہوں یا برے، کم ہوں یا زیادہ۔ پھر لوگوں کو نیک عمل پر ثواب اور برے عمل پر سزا ملے گی۔

﴿فَمَنۡ یَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَیۡرًا یَرَهٗ﴾ ﴿وَمَنۡ یَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَرَهٗ﴾ ذرہ ایک چھوٹی چونٹی کو کہتے ہیں، لہذا قیامت کے دن اچھے اور برے عملوں کا اعتبار چونٹی کے وزن کے برابر کا بھی ہوگا۔ اور اس میں بندوں کے لئے آگاہی ہے کہ وہ کسی اچھے عمل کو حقیر نہ سمجھیں۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

وَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ تم جہنم کی آگ سے بچو گرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے ہی سے۔

(اسے بخاری: ۱۴۱۷ اور مسلم: ۱۰۱۶ نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے)

قیامت کے دن ترازو باریک (چھوٹی چونٹی کے وزن کے برابر) تولنے والے ہوں گے۔

﴿فَمَنۡ یَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ﴾ یعنی نیکی میں سے ﴿خَیۡرًا یَرَهٗ﴾ وہ اسے دیکھ لے گا۔

﴿وَمَنۡ یَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ﴾ یعنی برائی میں سے ﴿شَرًّا یَرَهٗ﴾ وہ اسے دیکھ لے گا، یعنی اپنے اعمال کی سزا، جو اس کے لئے پورا بدلہ ہوگا۔ اس میں گناہوں کو حقیر سمجھنے سے آگاہ کیا گیا ہے جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے: إياكم و محقرات الأعمال فإنَّ لها مِنَ اللهِ طالِباً عملوں کو حقیر سمجھنے سے خبردار رہنا (بچنا) کیونکہ ان پر اللہ کی طرف سے ایک طالب ہے (یعنی ایک فرشتہ مقرر ہے)

(ابن ماجہ: ۴۲۴۳، علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے)

سُورَةُ العَادِيَات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ﴿۲﴾ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ﴿۴﴾
فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ﴿۶﴾ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ﴿۷﴾ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ
الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۭ﴿۸﴾ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۙ﴿۹﴾ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ﴿۱۰﴾
اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّخَبِيْرٌ ۧ﴿۱۱﴾

معنی کا ترجمہ:

ہانپتے ہوئے دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم (۱)

پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑنے والوں کی قسم (۲)

پھر صبح کے وقت دھاوا بولنے والوں کی قسم (۳)

پس اس وقت گرد وغبار اڑاتے ہیں (۴)

پھر اسی کے ساتھ فوجوں کے درمیان گھس جاتے ہیں (۵)

یقینا انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے (۶)

اور یقینا وہ خود بھی اس پر گواہ ہے (۷)

اور یہ مال کی محبت میں بھی بڑا سخت ہے (۸)

کیا اسے وہ وقت معلوم نہیں جب قبروں میں جو (کچھ) ہے نکال لیا جائے گا (۹)

اور سینوں کی پوشیدہ باتیں ظاہر کر دی جائیں گی (۱۰)

بیشک ان کا رب اس دن ان کے حال سے پورا باخبر ہوگا (۱۱)

اس عظیم سورت العادیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ان مخلوقات (گھوڑوں) کی قسم کھائی ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنی جس مخلوقات کی چاہے قسم کھا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنی ان مخلوقات کی قسم کھانا، (ان مخلوقات) کا شرف ہے، مگر مخلوق کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھائیں جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ أَوْ لِيَصْمُتْ جسے قسم اٹھانی ہو وہ اللہ کی قسم اٹھائے ورنہ خاموش رہے۔ (اسے بخاری: ۲۶۷۹ اور مسلم: ۱۶۴۶ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے)

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا (اسے احمد: ۶۰۷۲، ابوداود: ۳۲۵۱، ترمذی ۱۵۳۵: نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے)۔

﴿وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا﴾ یہ اللہ کی طرف سے ہانپتے ہوئے دوڑنے والے ان گھوڑوں کی قسم ہے جس کے اوپر اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہدین صبر اور اجر کی امید سے بیٹھے ہیں جن کا مقصد اللہ کے کلمے کو بلند کرنا ہے۔ العدو معروف ہے، اور یہ تیز رفتار سے اللہ کے دین کے دشمنوں کی رہائش گاہوں کی طرف گھوڑوں کو دوڑانا ہے۔ **الضبح** گھوڑے کی وہ سانس ہے جو آواز کے ساتھ تیز رفتاری کی وجہ سے ہانپنے سے نکلتی ہے۔

﴿فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا﴾ یعنی ان کے تیز دوڑنے کی وجہ سے جب ان کی ٹاپ سخت زمین پر پڑتی ہے تو اس سے چنگاریاں اور آگ نکلتی ہے۔ یہ دلیل ہے ان کی قوت اور تیزی کی اور جس قوت سے وہ دشمنوں میں بھڑ جاتے ہیں۔

﴿فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا﴾ یعنی اپنے دشمن پر صبح کے وقت دھاوا بولنے والے۔ غالبا یہی وقت ہوتا جب نبی ﷺ اور آپ کے لشکر دشمنوں پر یورش کرتے۔

﴿فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا﴾ یعنی جب وہ اتنی شدت سے اور تیزی سے دشمن پر حملہ کرتے ہیں تو اس کی وجہ سے گرد و غبار اڑتا ہے جو دوڑنے کی وجہ سے لڑائی کی جگہ تک پہنچتا ہے۔

﴿فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا﴾ پھر وہ اپنے اوپر سوار اللہ کے راستے میں قتال کرنے والوں کے ساتھ فوجوں

کے درمیان گھس جاتے ہیں۔ **جَمۡعًا** یعنی دشمنوں کی جماعت، جس میں وہ چلے جاتے ہیں، اپنے اوپر مجاہد کو سوار لیتے ہوئے دشمنوں کی صفوں میں گھس جاتے ہیں یہاں تک کہ اللہ کے حکم سے انہیں تتر بتر کردیتے ہیں۔ یہی قسم ہے، اور جس چیز پر قسم کھائی گئی ہے وہ انسان کی حالت کو بیان کرنا ہے۔

﴿إِنَّ الۡإِنسَانَ لِرَبِّهِۦ لَكَنُودٌ﴾ **الۡكَنُودٌ**: کہتے ہیں نعمت کا انکار کرنے والے کو، اور یہی عام طور پر انسان کا حال ہوتا ہے، اس کا رب اسے بہت ساری نعمتوں اور احسانات سے نوازتا ہے، اور یہ اس کی نعمتوں اس کے فضل اور احسانات کا فراموش اور جھٹلانے والا ہوجاتا ہے۔ یہ تنگدست، بخیل اور کنجوس ہوجاتا ہے اور اللہ کے دئے ہوئے مال میں سے (اس کی راہ میں) خرچ نہیں کرتا سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ اس عادت سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

﴿وَإِنَّهُۥ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَهِيدٌ﴾ **وَإِنَّهُۥ**: یعنی یہ انسان **عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَهِيدٌ**: یعنی اپنے اوپر خود اس مذموم صفت اور بری خصلت کا گواہ ہے۔

﴿وَإِنَّهُۥ لِحُبِّ الۡخَيۡرِ لَشَدِيدٌ﴾ یعنی مال **لَشَدِيدٌ**: یعنی سخت ہے، اسے جتنا بھی مال مل جائے اسے قناعت نہیں ہوتی۔ وہ مال سے خوب محبت کرتا ہے، کہ اگر ایک وادی بھر کر بھی اسے مال مل جائے تو وہ یہ تمنا کرے گا کہ اسے ایک اور وادی بھی مال کی مل جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے وہ بات بتائی جو بندے کو اس خصلت سے نجات دلانے میں اور ان بری صفات سے بچانے میں مدد کرے۔ تو فرمایا: ﴿أَفَلَا يَعۡلَمُ﴾ کہ یہ انسان (کیا نہیں جانتا؟)۔

﴿إِذَا بُعۡثِرَ مَا فِي الۡقُبُورِ﴾ یہ ایسی بات ہے جس کا یاد رکھنا اور جاننا انسان کے لئے از حد ضروری ہے کہ اللہ کی نعمتوں کا اس قدر انکار اور مال کی اس طرح محبت کرنا اور اسی کے لئے سب کرنا اور اسی کے لئے مشغول ہوجانا اس چیز کو چھوڑ کر جس چیز کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے اور اسے وجود بخشا گیا ہے۔ آخر کار اس بندے کا نتیجہ تو یہی ہونے والا ہے کہ اسے موت آجائے گی، پھر قبروں میں موجود سبھی کو اٹھایا جائے گا، اور پھر لوگ اپنی قبروں سے نکل کر اپنا بدلہ لینے اور حساب کے لئے کھڑے ہوجائیں گے۔

﴿وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ﴾ یعنی اس دن اس میں موجود ہر پوشیدہ چیزیں نکال لی جائیں گی تا کہ اس

بندے کو اس کی کنجوسی، بخیلی اور ناشکری جیسی مذموم خصلتوں کا بدلہ دیا جائے۔

﴿إِنَّ رَبَّهُم بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ﴾ یعنی اللہ ان کے ظاہری، باطنی، علانیہ اور خفیہ تمام اعمال سے باخبر ہے اور انہیں ان کا بدلہ ضرور ملے گا۔ اور الخبیر اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، جس کا معنیٰ ہے کہ پوشیدہ امور اور مخفی چیزوں کو وہ اسی طرح جانتا ہے جس طرح وہ ظاہر اور علانیہ چیزوں کو جانتا ہے۔

سُورَةُ القَارِعَةِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

الْقَارِعَةُ ﴿١﴾ مَا الْقَارِعَةُ ﴿٢﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ﴿٣﴾ يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ
الْمَبْثُوثِ ﴿٤﴾ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ ﴿٥﴾ فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ﴿٦﴾
فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٧﴾ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ﴿٨﴾ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ﴿٩﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا
هِيَهْ ﴿١٠﴾ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴿١١﴾

معنی کا ترجمہ:

کھڑکھڑا دینے والی (۱)

کیا ہے وہ کھڑکھڑا دینے والی (۲)

تجھے کیا معلوم کہ وہ کھڑکھڑا دینے والی کیا ہے (۳)

جس دن انسان بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں گے (۴)

اور پہاڑ دھنے ہوئے رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے (۵)

پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے (۶)

تو وہ دل پسند آرام کی زندگی میں ہوگا (۷)

اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے (۸)

اس کا ٹھکانا ہاویہ ہے (۹)

تجھے کیا معلوم کہ وہ کیا ہے (۱۰)

وہ تند و تیز آگ (ہے) (۱۱)

﴿الْقَارِعَةُ﴾ یہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ قیامت کی (مختلف) صفتوں کی وجہ سے اس کے مختلف نام ہیں۔ تو یہ اعلام (نام) اور اوصاف (صفات) ہیں جو کہ اس دن کی عظیم صفتوں کو بیان کرتی ہیں۔

یعنی وہ جو دلوں اور کانوں کو اپنی ہولنا کی، سختی اور بڑی مصیبت کے سبب جھنجھوڑ کر رکھ دے۔

﴿مَا الْقَارِعَةُ﴾ ﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ﴾ یہ سوال ہے اس دن کی ہولنا کی اور اس دن کی عظمت کو بیان کرنے کے لئے، یقیناً وہ دن بہت عظیم اور سخت ہوگا۔

﴿يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ﴾ اس دن لوگوں کا حال ایک دوسرے پر گرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ مل جانے سے ایسا ہوگا جیسے پروانے ہوتے ہیں جب وہ پھیلتے ہیں اور ایک دوسرے کے اوپر گرتے پڑتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا:

﴿كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ﴾ گویا وہ پھیلا ہوا ٹڈی دل ہے (القمر: ۷)

﴿وَتَكُونُ الْجِبَالُ﴾ یعنی مضبوط، سخت ٹھوس اور قوی ملے ہوئے پہاڑ ﴿كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ﴾ یعنی دھنی ہوئی روئی کے مانند ہو جائیں گے، جو دھننے کے بعد ڈھیر ہونے کے باوجود بھی جڑے نہیں رہتے اس طرح کہ اگر ان پر ہوا چل جائے تو وہ بکھرنے لگتے ہیں۔ تو ان پہاڑوں کی مضبوطی اور سختی چلی جائے گی۔

پھر اللہ نے اس دن لوگوں کی حالت بیان کی کہ وہ دو طرح کے ہوں گے۔

﴿فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ﴾ یعنی: جن کی نیکی، فرمانبرداری اور مختلف عبادتوں کا پلڑا بھاری ہوگا۔

﴿فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ﴾ یعنی: وہ ہمیشگی والی جنت میں رہیں گے جن میں وہ ہمیشہ نعمتوں میں

رہیں گے جو نہ ختم ہو گی اور نہ روکی جائے گی۔ اللہ کے فضل و احسان سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی اور راضی رہیں گی۔ اسی لئے صحیح حدیث میں آیا ہے کہ:

إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ - قَالَ - يَقُولُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى تُرِيدُونَ شَيْئًا أَزِيدُكُمْ فَيَقُولُونَ أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوهَنَا أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ - قَالَ - فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَى رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ

جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا: کیا تمہیں کچھ اور چاہئے جو میں تمہیں دوں؟ وہ کہیں گے: کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں نہیں داخل کیا اور جہنم سے نجات نہیں دلائی؟ کہا: پھر اللہ تعالیٰ حجاب کھول دے گا۔ انہیں کوئی چیز بھی اپنے رب کو دیکھنے سے زیادہ محبوب ترین نہیں ہوگی۔ (اسے مسلم: ۱۸۱ نے صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے)۔ اللہ ہم سب کو اپنے فضل و احسان سے ان میں شامل کر دے۔

﴿وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ﴾ یعنی برائیوں، نافرمانیوں اور گناہوں سے،

﴿فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ﴾ یعنی جہنم اس کا ٹھکانا اور جگہ ہوگی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے: أُمُّهُ سے مراد سر کے بل گرنا ہے، یعنی وہ جہنم میں سر کے بل گرے گا،

﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ﴾ یعنی یہ ھاویہ ہے، اس کے معاملے کی سنجیدگی اور خطرناکی کو بیان کرنے کے لئے (اسے ایسا کہا گیا ہے)۔

﴿نَارٌ حَامِيَةٌ﴾ یعنی سخت جلا دینے والی آگ ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **نَارُكُم جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِن نَارِ جَهَنَّمَ** تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے صرف ایک حصہ ہے۔ (اسے بخاری: ۳۲۶۵ اور مسلم: ۲۸۴۳ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے)۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔

سُوْرَةُ التَّكَاثُر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝١ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝٢ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝٣ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ
تَعْلَمُوْنَ ۝٤ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝٥ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝٦ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ
الْيَقِيْنِ ۝٧ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝٨

معنی کا ترجمہ:

زیادتی کی چاہت نے تمہیں غافل کر دیا (۱)

یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہنچے (۲)

ہرگز نہیں تم عنقریب معلوم کرلو گے (۳)

ہرگز نہیں پھر تمہیں جلد معلوم ہو جائے گا (۴)

ہرگز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لو (۵)

تو بے شک تم جہنم دیکھ لو گے (۶)

اور تم اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے (۷)

پھر اس دن تم سے ضرور بالضرور نعمتوں کا سوال ہو گا (۸)

﴿أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ یعنی: تمہیں مشغول کر دیا ہے (زیادتی کی چاہت نے)، جس نے تمہیں ایسا کر دیا کہ تم نے اپنی زندگی کو مسلسل غفلت میں گزار دی۔ ﴿التَّكَاثُرُ﴾ یعنی ان چیزوں کی طلب جسے لوگ زیادہ کرتے ہیں، جیسے مال، تجارت، گھر، سواری، بچے وغیرہ جنہیں لوگ ایک دوسرے سے زیادہ جمع کرنا چاہتے ہیں۔ ان چیزوں کی زیادتی نے تمہیں مشغول کر کے رکھ دیا اس مقصد سے جس کے لئے تمہیں پیدا کیا گیا تھا، اور جسے پورا کرنے کے لئے تمہیں وجود بخشا گیا تھا، اور یہ اللہ کی عبادت ہے۔

﴿حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ﴾ یعنی تمہارا حال ان کی مشغولیت میں اور (دنیوی) تفریحات میں یہی رہا یہاں تک کہ تم قبروں میں پہنچ گئے۔ اور یہی حال بہت سارے لوگوں کا ہے کہ تم انہیں پاؤ گے کہ ان چیزوں کی لالچ کے پیچھے وہ بھاگ رہے ہیں یہاں تک کہ ان کی موت آجاتی ہے اور وہ قبر میں دفن کر دئے جاتے ہیں۔ قبر میں داخل کرنے کو زیارت اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ قبر دنیا اور آخرت کے درمیان برزخ ہے، اور ہمیشہ رہنے والے گھر کی طرف گزرگاہ ہے۔ مردے تو قبر میں ایک زیارت کرنے والے کی طرح داخل ہوتے ہیں کیونکہ وہ وہاں ہمیشہ نہیں رہتے، بلکہ ایک زیارت کرنے والے کی طرح قبر میں آتے ہیں جہاں سے وہ آخرت کے گھر کی طرف چلے جائیں گے۔

﴿كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ﴾ كَلَّا: یہ زجر و پھٹکار ہے اس حالت اور صفت سے، یعنی: معاملہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ تم ان چیزوں کی زیادتی میں منہمک ہو کر غفلت میں ہو، تم عنقریب جان لوگے، یعنی جب تمہیں قبروں میں داخل کیا جائے گا اور تم اپنے اچھے اور برے عملوں کے انجام کو جان لوگے۔

﴿ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ﴾ یہ اس بات کی تاکید ہے اور اس میں اس اہمیت کا بھی بیان ہے

﴿كَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡيَقِيۡنِ﴾ یعنی اگر انسان کے پاس اس انجام کا اور جدھر اسے جانا ہے یقینی علم ہو جائے تو اسے زیادتی کی طلب اس طرح غافل نہیں کرتی اور نہ ہی وہ اس چیز سے مشغول ہوتا جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے اور جسے پورا کرنے کے لئے اسے وجود بخشا گیا، جو اللہ کی عبادت ہے۔

﴿لَتَرَوُنَّ الۡجَحِيۡمَ﴾ یعنی تم ضرور بالضرور قیامت کے دن پہنچو گے، اور تم ضرور بالضرور جہنم کو دیکھو گے جسے اللہ نے کافروں کے لئے تیار کی ہے۔ الۡجَحِيۡمَ یعنی جہنم کی آگ ہے جسے قیامت کے دن ارضِ محشر میں لایا جائے گا جیسا کہ حدیث میں ہے: يُؤۡتَى بِجَهَنَّمَ يَوۡمَئِذٍ لَهَا سَبۡعُونَ أَلۡفَ زِمَامٍ، مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبۡعُونَ أَلۡفَ مَلَكٍ يَجُرُّونَهَا اس دن جہنم کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔ (اسے مسلم ۲۸۴۲ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے) لوگ اسے دیکھیں گے اور اس کا مشاہدہ کریں گے۔

﴿ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِ﴾ یعنی حقیقت میں اپنی نظروں سے تم اسے دیکھو گے، اور یہ قیامت کے دن ہوگا جب لوگ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

﴿ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن تم سے نعمتوں کے بارے میں سوال کرے گا جو اس نے تمہیں دنیا میں دی تھی۔ ان میں مال کی، صحت کی، اولاد کی، سواری کی، رہائش کی یہاں تک کہ ٹھنڈے پانی کی نعمتیں ہیں جن کے بارے میں بندے سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔ اس سورت کی ابتدائی جملے ﴿أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ میں اس بات کی طرف تنبیہ ہے کہ تیاری کرنے سے تمہیں بے توجہ نہ کردیں۔

سُوْرَةُ الْعَصْرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْعَصْرِ ۝١ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝٢ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝٣

معنی کا ترجمہ:

زمانے کی قسم (١)

بے شک (بالیقین) انسان (سراسر) نقصان میں ہے (٢)

سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور جنہوں نے آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی (٣)

اس عظیم بلیغ چھوٹی سی سورت میں ہر خیر شامل ہے، جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمانے کی قسم کھائی ہے جو رات اور دن کا آنا جانا ہے، جن میں بندوں کے اچھے اور برے اعمال سرزد ہوتے ہیں۔ ﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ﴾ یعنی جنسِ انسان ﴿لَفِي خُسْرٍ﴾ یعنی تمام لوگ گھاٹے میں ہیں، سوائے ان لوگوں

کے جنہیں اللہ نے اس سورت میں مستثنیٰ قرار دیا، اور یہ وہ ہیں جنہوں نے (ان) چار صفات کو جمع کیا:

﴿إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ یعنی جو اللہ پر اور جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایمان لانے کا حکم دیا ہے؛ اور اس میں علم شامل ہے کیونکہ علم اور بصیرت کے بغیر ایمان نہیں ہوتا۔

﴿وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے تقرب حاصل کرتے ہیں مختلف عبادات اور قربت کے متعدد اعمال کے ذریعہ، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں۔ ان کے ایمان اور عمل صالح خود ان کے نفوس کی تکمیل ہے۔

﴿وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ﴾ یعنی اللہ کے اس دین کی (وصیت کرتے ہیں) جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کیا ہے، یہ وصیت کرتے ہیں، یعنی ایک دوسرے کو اس کے اہتمام کا اور اس کی پابندی اور حفاظت کی وصیت کرتے ہیں اور اس طرح وہ دوسروں کے نفس کی تکمیل کرتے ہیں اس کے بعد کہ انہوں نے اپنے نفوس کی تکمیل کرلی ہے۔

﴿وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ یعنی اللہ کی اطاعت پر، اس کی نافرمانیوں سے دور رہنے پر اور اللہ کی جانب سے مقررہ تکلیف دہ تقدیر پر صبر (کی وصیت کرتے ہیں)۔

اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ دعوت کی راہ میں تکلیف اور اذیت کا پہنچنا لازمی چیز ہے جس پر انسان کو صبر کرتے ہوئے اجر کی امید رکھنی چاہئے یہاں تک کہ وہ باذن اللہ نجات پانے والے کامیاب لوگوں میں سے ہوجائے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا تھا: اگر لوگ (صرف) اسی سورت پر غور وفکر کریں تو یہ ان کے لئے کافی ہوگی۔ یعنی کافی ہوگی ان کو واعظ اور گناہوں سے پھٹکارنے کے لئے اور تمام خیر، نیکی اور بھلائی پر ابھارنے کے لئے۔

سُورَةُ الهُمَزَة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ﴿١﴾ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ﴿٢﴾ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ﴿٣﴾
كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ ﴿٤﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ﴿٥﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ﴿٦﴾ الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى
الْاَفْـِٕدَةِ ﴿٧﴾ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ﴿٨﴾ فِىْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿٩﴾

معنی کا ترجمہ:

بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کی جو عیب ٹٹولنے والا غیبت کرنے والا ہو (۱)

جو مال کو جمع کرتا جائے اور گنتا جائے (۲)

وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا (۳)

ہر گز نہیں یہ تو ضرور توڑ پھوڑ دینے والی آگ میں پھینک دیا جائے گا (۴)

اور تجھے کیا معلوم کہ ایسی آگ کیا ہوگی (۵)

وہ اللہ تعالیٰ کی سلگائی ہوئی آگ ہوگی (۶)

جو دلوں پر چڑھتی چلی جائے گی (۷)

وہ ان پر ہر طرف سے بند کی ہوئی ہوگی (۸)

بڑے بڑے ستونوں میں (۹)

﴿وَيْلٌ﴾ نقصان اور بربادی ہے، اور کہا گیا ہے کہ یہ جہنم میں ایک وادی ہے ﴿لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ یعنی جس کا مشغلہ اور کام ہی یہ ہے کہ وہ همز ولمز میں لگا رہتا ہے یعنی لوگوں کی عزت پر حملہ کرنا اور ان پر طعن وتشنیع کرنا۔ همز قول سے اور لمز فعل (عمل) اور اشارے سے ہوتا ہے۔

﴿الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ﴾ یعنی اس کی فکر مال کو جمع کرنا، اسے جمع کر کے خوب بڑھانا

اور گننا ہے، اور یہ بتانا ہے کہ اس کے پاس فلاں فلاں مال ہے، اس کے پاس اتنے غلام اور اتنے مویشی ہیں، وہ اتنے گھروں کا مالک ہے اور اس کے پاس اتنی کھیتیاں وغیرہ ہیں۔ وہ اپنے مالوں کو لوگوں کے سامنے فخر سے بیان کرتا ہے اور شمار کرتا ہے لوگوں پر اپنی بڑائی جتلاتا ہے اس مال کو لے کر جو اس کے پاس ہے۔

﴿يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ﴾ جس کا معاملہ اور جس کی صفت ایسی ہے، کہ جو مال اس نے جمع کیا ہے اور جسے وہ بڑھا رہا ہے اور جس پر وہ فخر کر رہا ہے وہ اس کی دنیوی زندگی کی ہمیشگی کا سبب بنے گا۔

﴿كَلَّا﴾ یعنی ایسا معاملہ نہیں ہے جیسا کہ وہ سوچ رہا ہے یا گمان کر رہا ہے۔

﴿لَيُنبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ﴾ اس کا انجام تو یہی ہونے والا ہے کہ یہ مر جائے گا اور اپنے پیچھے اپنے مال کو چھوڑ کر چلا جائے گا، پھر قیامت کے دن اس کا انجام تو یہی ہونے والا ہے کہ اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اور جہنم کے ناموں میں سے الحطمۃ بھی ہے کیونکہ یہ توڑ کر رکھ دینے والی آگ ہے، یعنی جو بھی چیز اس میں ڈالی جائے گی اسے وہ اپنی سختی سے توڑ کر چور کر رکھ دے گی۔

﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ﴾ یعنی یہ توڑ کر رکھ دینے والی آگ کیا ہے اور کیا ہوگی؟ یہ سوال اس کی ہولناکی اور خطرناکی کو بیان کرنے کے لئے ہے۔

﴿نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ﴾ یعنی بھڑکائی ہوئی ہے جس کے جلنے کی شدت سے اس کی تپش بہت زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے اور اس سے قریب کرنے والے ہر قول اور عمل سے اپنی پناہ میں رکھے۔

﴿الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ﴾ اس اطلاع (یعنی اس آگ کے چڑھنے) سے دل کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ دل ہی اعمال کے منبع اور مصدر ہیں اور وہی ان اعمال پر ابھارنے والے ہوتے ہیں (جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے): أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ خبردار، جسم میں ایک ٹکڑا ہے، اگر وہ صحیح رہا تو جسم بھی صحیح رہے گا اور اگر وہ فاسد ہو گیا تو جسم بھی فاسد ہو جائے گا، خبردار وہ دل ہے۔

(اسے بخاری: ۵۲ اور مسلم: ۱۵۹۹ نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے)۔

﴿إِنَّهَا﴾ یعنی جہنم کی آگ ﴿عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ﴾ پوری طرح ان پر بند کی گئی ہوگی ﴿فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ﴾ یعنی جہنم کے دروازے پر (جو ستون ہوں گے) ان پر دروازوں کو بند کر دیا جائے گا اور وہ اس سے نہیں نکل پائیں گے۔

سُورَةُ الفِيلِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ① أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ② وَأَرْسَلَ
عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ③ تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ④ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ⑤

معنی کا ترجمہ:

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ (۱)

کیا ان کے مکر کو بیکار نہیں کر دیا؟ (۲)

اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دئے (۳)

جو انہیں مٹی اور پتھر کی کنکریاں مار رہے تھے (۴)

پس انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا (۵)

﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ﴾ کیا آپ نہیں جانتے اے نبی (ﷺ) کہ آپ کے رب نے ابرہہ اور اس کے ہاتھیوں والے لشکر کے ساتھ کیا معاملہ کیا جب وہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے آرہے تھے۔ ﴿أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ﴾ یعنی ان کے مکر اور چال کو، جو انہوں نے کعبہ کو گرانے کا منصوبہ بنایا تھا۔

﴿فِي تَضْلِيلٍ﴾ یعنی انہیں بیکار اور ضائع کر دیا، اور ان کے لئے بہت برا انجام کیا۔ تو انہیں اس کام سے اور اس مکر و چالبازی سے نقصان کے سوا کچھ نہیں ملا۔

﴿وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ﴾ یعنی پے در پے پرندوں کے جھنڈ (بھیجے)۔ یہ لوگ تو ہاتھیوں کو لے کر آئے تھے جو ان کے گمان کے مطابق سب سے بھاری بھر کم اور بڑے جانوروں میں سے ہیں، جنہیں کوئی روکنے والا نہیں روک سکتا اور کعبہ کو گرانے سے انہیں کوئی موڑ نہیں سکتا تھا۔ تو اللہ نے ان پر چھوٹے چھوٹے پرندے بھیجے جو اپنی چونچ میں چھوٹے چھوٹے کنکر اٹھائے ہوئے تھے۔

﴿تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِنْ سِجِّيلٍ﴾ (جو) مٹی کے پکائے ہوئے سخت کنکر اونچی جگہ سے ان پر گرا رہے تھے، جو جب بھی ان میں سے کسی کے اوپر گرتا تو انہیں بری طرح ہلاک کر دیتا۔

﴿فَجَعَلَهُمْ﴾ یعنی اس لشکر کو جو کعبہ کو گرانے آیا تھا

﴿كَعَصْفٍ مَأْكُولٍ﴾ یعنی (اسے ایسا کر دیا) جیسے کھیتی میں جانور گھس جاتے ہیں اور اسے کھا جاتے ہیں، اور انہیں اپنے قدموں سے روند ڈالتے ہیں۔

یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور اس کی عظیم قدرت ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ کوئی بندہ اپنے مکر، چال و فریب میں کتنا ہی کیوں نہ بڑھ جائے، اس کا انجام دنیا اور آخرت میں ناکامی ہی ہے۔

نبی ﷺ کی ولادت اسی سال ہوئی تھی، جس عام الفیل (ہاتھی والے سال) میں یہ عظیم واقعہ رونما ہوا تھا اور یہ آپ ﷺ کی بعثت کی نشانیوں میں سے ایک واقعہ تھا۔

سُوْرَۃُ قُرَیْشٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ﴿١﴾ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ﴿٢﴾ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ﴿٣﴾
الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴿٤﴾

معنی کا ترجمہ:

قریش کے مانوس کرنے کے لئے (۱)

(یعنی) انہیں جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے لئے (اس کے شکریہ میں) (۲)

پس انہیں چاہئے کہ اسی گھر کے رب کی عبادت کرتے رہیں (۳)

جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور ڈر (اور خوف) میں امن (وامان) دیا (۴)

بہت سارے مفسرین کہتے ہیں کہ یہاں ﴿لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ﴾ میں جار ومجرور کا تعلق اس سے پہلے والی سورت؛ (یعنی) سورت الفیل سے ہے کیونکہ اُس سورت میں ابرہہ اور اس کے لشکر کی ہلاکت کے قصے میں اللہ سبحانہ وتعالی کی لاجواب نشانی، کمال کی قدرت اور عظیم پکڑ کا ذکر ہے، جس حادثے کے بعد (لوگوں میں) قریش کی ہیبت بیٹھ گئی، جس سے انہیں (یعنی قریش کو) اپنے گھروں میں اور اپنے گرمی اور سردی کے تجارتی اسفار میں سکون واطمنان حاصل ہو گیا۔

﴿إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ﴾ یعنی جس نعمت، خوشحالی اور امن میں وہ تھے، جس سے ان کا سردی میں یمن کی طرف اور گرمی میں شام کی طرف تجارتی سفر پر آمد ورفت امن وامان کے ساتھ ہو رہا تھا۔ ان نعمتوں سے تو یہ لازم ہے کہ ان نعمتوں کے عطا کرنے والے کا شکر ادا کیا جائے اور دین کو اسی کے لئے خالص رکھا جائے۔ اسی لئے فرمایا:

﴿فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ﴾ یعنی انہیں چاہئے کہ یہ اپنی عبادت اکیلے اللہ کے لئے خالص کریں، دین کو صرف اسی کے لئے خالص کرتے ہوئے، تو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور نہ ہی کسی کو اس کا ساجھی ٹھہرائیں۔

﴿الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ﴾ جس نے ان پر کھانے اور امن کی فراوانی سے احسان کیا۔ تو یہ نعمتیں اور یہ امن وامان کو پانا اس بات کو لازم کرتا ہے کہ اس منعِم (نعمت کے عطا کرنے والے) کی شکر گزاری کی جائے اور دین کو صرف اسی اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے خالص کیا جائے صرف اسی اکیلے کے لئے عبادت کرکے۔

سُورَةُ الْمَاعُونِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ﴿١﴾ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ﴿٢﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ
الْمِسْكِينِ ﴿٣﴾ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ﴿٤﴾ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ﴿٥﴾ الَّذِينَ هُمْ
يُرَاءُونَ ﴿٦﴾ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ﴿٧﴾

معنی کا ترجمہ:

کیا تو نے (اسے بھی) دیکھا جو روزِ جزا کو جھٹلاتا ہے؟ (۱)

یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے (۲)

اور مسکین کو کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا (۳)

ان نمازیوں کے لئے افسوس ہے (۴)

جو اپنی نماز سے غافل ہیں (۵)

جو ریاکاری کرتے ہیں (۶)

اور برتنے کی چیز روکتے ہیں (۷)

﴿أَرَأَيْتَ﴾ اے نبی! اور یہ (استفہام) سوال، تعجب کے معنی میں ہے۔

﴿الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ﴾ یعنی جو جزا اور اٹھائے جانے کو اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ملاقات اور اس کے سامنے کھڑے ہونے کو جھٹلاتا ہے۔ اور دین کو جھٹلانے سے مراد اس شریعت کو جھٹلانا (بھی) ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کیا ہے اور اس کی (پیروی کی) طرف دعوت دی ہے، جو اللہ کی توحید اور اس کے لئے دین کو خالص کرنے پر مبنی ہے۔

﴿فَذَلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ﴾ یعنی یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے

﴿وَلَا يَحُضُّ عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِينِ﴾ یعنی اس جھٹلانے کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی انسان کی یہ صفت اور یہ حال ہو جائے۔ ﴿يَدُعُّ الْيَتِيمَ﴾ یعنی اسے سختی سے پھٹکارتا اور ڈانٹتا ہے، اسے دھکے دیتا ہے اور اس کے ساتھ شفقت سے برتاؤ نہیں کرتا اور نہ رحمت دکھاتا ہے۔ ﴿وَلَا يَحُضُّ﴾ دوسروں کو (ترغیب نہیں دلاتا) ﴿عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِينِ﴾ (مسکین کو کھلانے کی) کیونکہ وہ خود تو نہیں کھلاتا اور نہ خرچ کرتا ہے اور نہ عطا کرتا ہے، تو وہ دوسروں کو کیسے اس بات کی ترغیب اور شوق دلائے گا؟

پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ﴾ ﴿الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ﴾ ان کی صفت بیان کی کہ وہ نماز تو پڑھتے ہیں، اسے چھوڑتے نہیں لیکن اس سے غفلت (اور لاپرواہی) برتتے ہیں، اس طرح کہ انہیں وقت پر ادا نہیں کرتے اور نہ نماز کے شروط، ارکان اور واجبات کا اہتمام کرتے ہیں۔

نماز سے سہو (نماز سے غفلت) اور نماز میں سہو (نماز میں غفلت) ہو جانے میں فرق ہے۔ نماز میں سہو تو انسان سے ہو جاتی ہے اور اس کی تلافی سجدۂ سہو سے کی جاسکتی ہے، لیکن مصیبت تو نماز سے غفلت میں ہے، اس طرح کہ کوئی نماز کے معاملے میں غافل (اور لاپرواہ) ہو جائے، اسے وقت پر ادا نہ کرے یا اس کی شرطوں، یا ارکان کے معاملے میں لاپرواہی برتے، اس کے نزدیک نماز کی نہ کوئی تعظیم ہے اور نہ ہی کوئی اہمیت ہے۔

﴿الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ﴾ یعنی اپنے اعمال اور اپنی نمازوں کو لوگوں کو دکھاتا ہے، رسول اللہ ﷺ کا

فرمان ہے: يَقُومُ الرَّجُلُ يُصَلِّي فَيُزَيِّنُ صلاتَهُ لِمَا يَرى مِن نَظَرِ الرَّجُل آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھے اور لوگوں کی نظروں کو اپنی طرف دیکھ کر اپنی نماز کو مزین کردے (یعنی اچھی طرح ادا کرے)۔(اسے احمد: ۱۱۲۵۲ اور ابن ماجہ: ۴۲۰۴ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور علامہ البانی نے صحیح الجامع: ۲۶۰۷ میں حسن قرار دیا ہے۔) ﴿وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ﴾ یعنی اپنی سخت بخیلی کی وجہ سے یہ ماعون (برتنے والی چیزوں) کا بھی تبادلہ نہیں کرتے جو وقت معین تک کے لئے عاریتاً کسی کو فائدہ اٹھانے کے لئے دیا جاتا ہے تاکہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے اور پھر اس کے مالک کو واپس کردیا جائے جیسے ہانڈی، چھلنی، کلہاڑی، سوئی وغیرہ جیسی چیزیں جنہیں پڑوسی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تبادلہ کرتے ہیں۔

سُورَةُ الكَوْثَرِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ﴿١﴾ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿٢﴾ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ﴿٣﴾

معنی کا ترجمہ:

یقیناً ہم نے آپ کو (حوض) کوثر (اور بہت کچھ) دیا ہے (۱)

پس آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی کریں (۲)

یقیناً آپ کا دشمن ہی لاوارث اور بے نام ونشان ہے (۳)

اس سورت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی اور چنے ہوئے بندے (یعنی محمد مصطفی ﷺ) پر اپنے احسان کا ذکر کیا ہے کہ اس نے انہیں کوثر عطا کیا ہے: یعنی عظیم خیر اور عام فضل عطا کیا ہے، جس میں دریائے کوثر بھی ہے جو روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اپنے احسان سے نبی ﷺ کو عطا کرے گا اور اسی طرح حوض کوثر بھی۔

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ یعنی اللہ کے اس احسان، اس کے فضل اور اس کے عظیم عطا پر اس کا شکر ادا کرتے ہوئے ﴿وَانْحَرْ﴾ اپنے ذبیحہ کو اپنے رب کے لئے کریں، اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے جیسا کہ اس کا فرمان ہے ﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ لَا شَرِيكَ لَهُ﴾ کہہ دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادتیں، میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ کے لئے ہے جو سارے جہان کا مالک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں (سورت الانعام: ۱۶۱، ۱۶۲)

﴿إِنَّ شَانِئَكَ﴾ یعنی آپ کا دشمن اور آپ سے بغض رکھنے والا ﴿هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ یعنی ہر خیر سے کٹا ہوا ہر ذکر خیر سے محروم، لہذا اس کا تذکرہ صرف شر اور برائی سے ہی ہوگا۔

سُورَةُ الكَافِرُون

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ﴿١﴾ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ﴿٢﴾ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ﴿٣﴾
وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَا عَبَدْتُمْ ﴿٤﴾ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ﴿٥﴾ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ﴿٦﴾

معنی کا ترجمہ:

آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو! (۱)

نہ میں عبادت کرتا ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو (۲)

نہ تم عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں (۳)

اور نہ میں عبادت کروں گا جس کی تم عبادت کرتے ہو (۴)

اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کر رہا ہوں (۵)

تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے (۶)

یہ سورت: الکافرون ہے اور اس سورت میں شرک، مشرکین، کفر اور کافرین سے براءت (کا اظہار) ہے۔

﴿قُلْ﴾ یعنی اے نبی (ﷺ) ﴿يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ یعنی (اے کافرو) جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ اس کے علاوہ بتوں اور مرتیوں کی عبادت کرتے ہو

﴿لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ﴾ یعنی بتوں اور مرتیوں کی (میں عبادت نہیں کرتا) جنہیں تم نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ شریک بنایا ہوا ہے۔

﴿وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ﴾ (نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں) جبکہ وہ (اور) معبودوں کے ساتھ اللہ کی بھی عبادت کیا کرتے تھے، لیکن اللہ کے لئے عبادت تو بغیر اخلاص کے نہیں ہوتی، تو اگر عبادت خالص نہ ہو تو وہ عبادت ہوتی ہی نہیں جس طرح نماز بغیر طہارت کے نہیں ہوتی، جس طرح اگر کوئی شخص بغیر طہارت کے نماز پڑھ لیتا ہے تو اس کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اس نے نماز ہی نہیں پڑھی۔ اسی طرح جو بغیر اخلاص کے اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اس کے حق میں یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ اس نے اللہ کی عبادت ہی نہیں کی، کیونکہ اللہ کی عبادت بغیر اخلاص کے ممکن ہی نہیں ہے!

﴿وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَا عَبَدْتُمْ﴾ ﴿وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ﴾ کہا گیا ہے کہ پہلا معبود کے متعلق (نفی) ہے، اس طور پر کہ نبی ﷺ صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے اسی کے لئے اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے، جبکہ وہ (مشرکین) بتوں اور مرتیوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ دوسرا (نفی) عبادت کے تعلق سے ہے، کیونکہ نبی ﷺ کی عبادت توحید اور اخلاص کے ساتھ تھی جبکہ ان

(مشرکین) کی عبادت شرک اور اللہ کے ساتھ ساجھی بنا کر ہوا کرتی تھی۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلا اس کام کے نہ ہونے پر (نفی) ہے جبکہ دوسرے سے یہ پتا چلتا ہے کہ یہ ان کا لازمی وصف بن چکا ہے۔

﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾ اس میں ان سے اور ان کے دین سے براءت (کا اظہار) ہے۔

﴿لَكُمْ دِينُكُمْ﴾ یعنی بتوں، مرتیوں، ساجھی اور شریکوں کی عبادت کرنا

﴿وَلِيَ دِينِ﴾ جو کہ توحید ہے، اور یہ (صرف) اللہ کی عبادت کرنا ہے جو بلند و بالا ہے، دین کو صرف اسی کے لئے خالص رکھتے ہوئے۔

سُورَةُ النَّصْرِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ① وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ② فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ③

معنی کا ترجمہ:

جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے (۱)

اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق آتا دیکھ لیں (۲)

تو اپنے رب کی تسبیح کرنے لگ جائیں حمد کے ساتھ اور اس سے مغفرت کی دعا مانگیں، یقیناً وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا ہے (۳)

اس سورت میں نبی ﷺ کو نصرتِ عظیم اور فتح مبین کی بشارت دی گئی ہے۔

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾ یعنی فتح مکہ۔ یہاں آپ ﷺ پر اللہ کی عظیم نعمت اور احسان کی طرف

اشارہ ہے اور یہ کہ یہ ثابت شدہ اور ہونے والا واقعہ ہے۔

﴿وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا﴾ ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾ یعنی تسبیح اور استغفار کثرت سے کریں۔ آپ ﷺ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد کثرت سے: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي؛ پڑھتے اور قرآن کے حکم پر عمل کرتے۔ (اسے بخاری: ۸۱۷ اور مسلم: ۴۸۴ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے)

اس سورت سے حاصل ہونے والے فوائد میں سے یہ ہیں کہ: آپ ﷺ کو اس بات کا شعور دلانا تھا کہ جب یہ نصرت اور فتح آجائے تو آپ ﷺ کا وقت مقرر قریب آچکا ہے، کیونکہ عظیم اطاعت کے امور استغفار سے ختم کئے جاتے ہیں، اسی طرح آپ کی حیاتِ کریمہ، ایمان اور فرمانبرداری والی زندگی بھی اسی سے ختم کی جائے۔ لہذا جو آخری کلمات آپ ﷺ کی وفات سے قبل سنے گئے وہ تھے: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي، وَأَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ؛ اے اللہ میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیقوں میں ملا۔ (اسے بخاری: ۴۴۴۰ اور مسلم: ۲۴۴۴ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے)

سُورَةُ الْمَسَد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ﴿١﴾ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ﴿٢﴾ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ﴿٣﴾ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ﴿٤﴾ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ﴿٥﴾

معنی کا ترجمہ:

ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ (خود) ہلاک ہو گیا (۱)

نہ تو اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی (۲)

وہ عنقریب بھڑکنے والی آگ میں جائے گا (۳)

اور اس کی بیوی بھی (جائے گی) جو لکڑیاں ڈھونے والی ہے (۴)

اس کی گردن میں پوست کھجور کی بٹی ہوئی رسی ہوگی (۵)

﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ﴾ یعنی اس کے دونوں ہاتھ ہلاک اور نامراد ہوں؛ پہلا (تَبَّتْ) اس پر بددعا ہے جبکہ دوسرے (وَتَبَّ) میں اس کے بارے میں خبر ہے۔ ابولہب، نبی ﷺ کا چچا تھا جو آپ ﷺ کے سخت دشمنوں میں سے تھا، آپ کو بہت زیادہ اذیت پہنچاتا اور آپ کی اور آپ کے دین کی برائی کرتا تھا۔

اس سورت کے سببِ نزول کے بارے میں یہ آیا ہے کہ جب نبی ﷺ ایک دن صفا کی پہاڑی پر چڑھے اور فرمایا: یا صباحاہ (ہائے وہ صبح)، تو قریش کے لوگ جمع ہو گئے اور بولے: کیا ہو گیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: أرأيتم لو أخبرتكم أنّ العدوّ يصبّحكم أو يمسّيكم أما كنتم تصدّقوني؟ تمہاری کیا رائے ہے اگر میں تمہیں خبر دوں کہ دشمن صبح کے وقت یا شام کے وقت تم پر حملہ کرنے والا ہے، تو تم کیا میری بات کی تصدیق نہیں کرو گے؟

انہوں نے کہا: کیوں نہیں، اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: فإني نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ میں تو ایک بڑے (سخت) عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والا ہوں، تو ابولہب نے کہا: تیری بربادی ہو، کیا تو نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا؟ اسی پر اللہ تعالیٰ نے نازل کیا: ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ﴾

(اسے بخاری: ۴۸۰۱ اور مسلم: ۲۰۸ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے)۔

﴿مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ﴾ جو مال اس نے جمع کیا تھا اور اولاد و تجارت وغیرہ تمام چیزیں اسے اللہ کے یہاں کچھ فائدہ نہ پہنچا سکیں گی۔

﴿سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾ ﴿وَامْرَأَتُهُ﴾ وہ اور اس کی بیوی دونوں جہنم میں جائیں گے۔

یہ سورت ابولہب اور اس کی بیوی کی زندگی میں نازل ہوئی، اور یہ سورت رسول ﷺ کی لائی ہوئی سچی بات پر عظیم نشانیوں اور عجیب دلائل میں سے ہے، یہ اس طرح کہ اس میں اس بات کی خبر ہے کہ یہ دونوں کفر پر اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین سے دشمنی پر مریں گے، اور ان کی موت ہوئی بھی اسی طرح۔

﴿وَامْرَأَتُهُ﴾ اور یہ اروی بنت حرب ام جمیل تھی۔ ﴿حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾ جو سعدان کے کانٹے اور تکلیف دہ چیزوں کو لاکر نبی ﷺ کے راستے میں رکھ دیا کرتی تھی، نبی ﷺ کو اذیت پہنچانے میں مبالغہ کے طور پر۔

﴿فِي جِيدِهَا﴾ یعنی اس کی گردن میں ﴿حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ﴾ یعنی اس (رسی) کے ذریعہ اسے جہنم کے کنارے تک اٹھا کر اسے اس کی تہہ میں پھینکا جائے گا، یا یہ جہنم میں اپنے شوہر کے لئے لکڑی اٹھائے گی اپنی گردن میں اس رسی کے پٹے کو باندھے ہوئے۔

سُورَةُ الإِخْلَاص

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ﴿١﴾ اللَّهُ الصَّمَدُ ﴿٢﴾ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ﴿٣﴾ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ﴿٤﴾

معنیٰ کا ترجمہ:

آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک (ہی) ہے (۱)

اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے (۲)

نہ اس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا (۳)

اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے (۴)

یہ سورت الاخلاص ہے جو ایک تہائی قرآن کے برابر ہے جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **أَيَعجِزُ أَحَدُكُم أن يَقرأَ ثُلُثَ القُرآنِ في ليلةٍ؟** کیا تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز ہے (یعنی اس کے لئے کیا ممکن نہیں) کہ وہ قرآن کا ایک تہائی حصہ ایک رات میں پڑھا کرے؟ یہ بات صحابہ پر گراں گزری اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ، ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿**اللّٰهُ الواحِدُ الصَّمَدُ**﴾ ایک تہائی قرآن ہے۔

(اسے بخاری: ۵۰۱۵ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور مسلم: ۸۱۱ نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے)۔

اسے سورت الاخلاص اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں خاص طور پر توحیدِ علمی کو بیان کیا گیا ہے، اور سورت الکافرون کو بھی سورت الاخلاص کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں خاص طور پر توحیدِ عملی کا بیان ہے۔

اور توحید کی دو قسمیں ہیں: علمی اور عملی توحید۔

﴿**قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ**﴾ یعنی جو اکیلا ہے، سبحانہ وتعالی، اس کے برابر کوئی نہیں، نہ ہی اس کے اسماء اور صفات میں اور نہ ہی اس کی ربوبیت اور الوہیت میں۔ (یعنی اس کے سوا کوئی رب نہیں اور اس کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں)۔

﴿**اللّٰهُ الصَّمَدُ**﴾ الصمد: یعنی اپنے اسماء اور صفات میں کامل، اپنی سیادت میں کامل (جسے تمام چیزوں پر کامل اختیار رہے) اور جو اپنے تمام اوصاف میں کامل ہے۔ وہ الصمد ہے: جس کی تمام مخلوق محتاج ہیں اور اپنی حاجتوں کو پوری کرنے کے لئے اسی کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی اپنی تمام کمالِ صفات کی بنا پر ہر مخلوقات سے بے نیازی کی دلیل ہے، اللہ تعالیٰ کی کمالِ قدرت کی بنا پر تمام مخلوقات اس کی محتاج ہیں، سبحانہ وتعالیٰ، تمام اسی کی طرف اپنی حاجات کے لئے رجوع کرتے ہیں، انہیں اس ذاتِ بابرکت سے ایک لمحہ بھی بے نیازی نہیں۔

اس کی اَحدیت (یکتا ہونے)، صمدیت (اس کا اپنی مخلوق سے بے نیاز ہونے) اور اپنی صفات میں کامل ہونے میں سے یہ ہے کہ وہ ﴿**لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ**﴾ (نہ اس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا

ہوا)؛ یعنی اس میں اصل (جیسے باپ) اور فرع (جیسے بیٹے) کی نفی ہے؛ اللہ تعالیٰ ان سے پاک اور مقدس ہے۔

﴿وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ یعنی اس کا کوئی مثال نہیں اور نہ ہی اس کے برابر کوئی ہے، نہ ہی اس کا کوئی ہم نام ہے اور نہ ہی اس کے جیسا کوئی ہے۔

سُورَةُ الفَلَق

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿١﴾ مِن شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿٢﴾ وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ﴿٣﴾ وَمِن شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ ﴿٤﴾ وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ﴿٥﴾

معنی کا ترجمہ:

آپ کہہ دیجئے کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں (۱)

ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے (۲)

اور اندھیری رات کی تاریکی کے شر سے جب اس کا اندھیرا پھیل جائے (۳)

اور گرہ (لگا کر) ان میں پھونکنے والیوں کے شر سے (بھی) (۴)

اور حسد کرنے والے کی برائی سے بھی جب وہ حسد کرے (۵)

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ فَلَقِ: صبح، یعنی: میں صبح کے نکالنے والے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں، اور یہ (معنیٰ) بھی کہا گیا ہے: کہ جو گٹھلیوں کا پھاڑنے والا ہے۔

﴿مِن شَرِّ مَا خَلَقَ﴾ یعنی: ہر مخلوق جس میں شر ہے اس کے شر سے، اس میں (اللہ کی) پناہ چاہنا

عام ہے ہر مخلوقات سے جن میں شر (اور برائیاں) پائی جاتی ہیں۔

﴿وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ﴾ یعنی: رات، اور جو بھی اس میں موذی جانور ہیں، اور جو بھی شیاطین اس میں بکھرتے ہیں اور جو بھی شر اس میں حرکت میں آتا ہے۔

﴿وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ﴾ یعنی: جادوگرنیاں جو گرہوں میں جادو کرنے کے لئے پھونک مارتی ہیں یہاں تک کہ جادو ہو جاتا ہے، اور جادو بغیر اللہ عزوجل کی اجازت کے واقع نہیں ہوتا۔

ان چیزوں سے اللہ کی پناہ چاہنا اس بات کی دلیل ہے کہ جادو کی حقیقت ہے اور اس کا اثر بھی ہوتا ہے۔ بعض جادو ایسے ہوتے ہیں جو قتل (تک) کر دیتے ہیں اور بعض بیمار کرتے ہیں، بعض شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی پیدا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے اور ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾ یعنی: ہر حسد کرنے والے کے شر سے جب انہیں حسد آئے۔ اس میں نظر لگانے والا بھی شامل ہے کیونکہ بغیر حسد کے نظر نہیں لگتی۔

سُورَةُ النَّاسِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿١﴾ مَلِكِ النَّاسِ ﴿٢﴾ إِلَٰهِ النَّاسِ ﴿٣﴾ مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ﴿٤﴾ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ﴿٥﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿٦﴾

معنی کا ترجمہ:

آپ کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں (۱)

لوگوں کے مالک کی (۲)

لوگوں کے معبود کی (پناہ میں) (۳)

وسوسہ ڈالنے والے، پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے (۴)

جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے (۵)

(خواہ) وہ جن میں سے ہو یا انسان میں سے (۶)

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ ﴿مَلِكِ النَّاسِ﴾ ﴿إِلَٰهِ النَّاسِ﴾

ان (آیات) میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پناہ (کا ذکر) ہے اس کی ربوبیت، الوہیت اور ملوکیت کے ذکر کے ذریعہ، اور یہ تینوں نام: رب الناس، ملک الناس اور الہ الناس کا معنیٰ سورت الفاتحہ میں گزر چکا ہے، جہاں پر یہ اللہ تعالیٰ کی ثناء بیان کرنے کے لئے آیا ہے، اور یہاں قرآن کے آخر میں یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی پناہ اور اسی سے لگے رہنے کے لئے آیا ہے۔

﴿مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ﴾ یعنی: شیطان اور اسے ان دو وصفوں کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے:

الْوَسْوَاسِ یعنی: جو دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔

الْخَنَّاسِ: یعنی جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور انسان سے دور ہو جاتا ہے۔ اس میں اللہ کے ذکر کو لازم پکڑنے کی ترغیب ہے اور یہ کہ بندے کو شیطان سے بچانے کا یہ سب سے اچھا طریقہ ہے۔

﴿الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ﴾ یعنی: جو وسوسے اور بری باتیں وہ لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے، جن میں ردی افکار و خیالات، فاسد عقیدے اور برے معانی ہیں۔

﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾ یعنی: جس طرح وسوسے جنوں سے آتے ہیں اسی طرح انسانوں سے بھی آتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ ایک مسلمان سے یہ مطلوب ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کلام کا معنیٰ کو سمجھنے کا اہتمام کرے۔ عام مسلمانوں کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ ان سورتوں: سورت الفاتحہ اور پھر سورت الزلزلہ سے الناس تک کو یاد کرلیں، اس کے معنیٰ کو دہراتے رہیں اور یہ سورتیں جن باتوں کی طرف دلالت کر رہیں ہیں انہیں سمجھیں، تاکہ ہر بار ان کی تلاوت بغور سمجھ کر ہو اور قرآنی خطاب کو وہ ذہن نشین کر سکیں۔

شرح الدروس المهمة لعامة الأمة از شیخ عبدالرزاق البدر حفظہ اللہ کے پہلے حصے کا اردو ترجمہ مکمل ہوا۔

أهل الأثر

العلم قبل القول و العمل

قول و عمل سے پہلے علم

(امام محمد بن اسماعیل البخاري رحمه اللّٰه)

ahlulathar.net